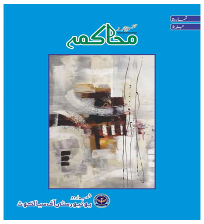

علمی و تحقیقی مجلہ "محاکمہ" یونیورسٹی آف سیالکوٹ

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ستارہ

لیکچرار شعبہ اردو، سٹینڈرڈ گرلز کالج سیالکوٹ

ریسرچ سکالر ایم ایس اردو، یونیورسٹی آف سیالکوٹ، سیالکوٹ

فیضان عادل

سکالر، بی ایس اردو، نمل یونیورسٹی اسلام آباد

اردو افسانہ۔۔۔موضوعات و ارتقا

Urdu fiction. Themes and evolution

Sitara

Lecturer, Urdu Department, Standard Girls College Sialkot.

Faizan Adil

Scholar BS Urdu, NUML Islamabad

ABSTRACT

Literature and life have a very close relationship. Fiction describes the general attitudes of the society. Emotions emerge from the study of fiction and reality is assumed. When the story took a new shape, the form of the novel came out. Later on the form of fiction flourished. The themes of modernism, symbolism, realism and materialism make it strong the tradition of fiction. The psychological aspects of society, along with the problems, the mention of economic confusions made the genre of fiction aware of the modern requirements and gained acceptance among the public. The study of this article will help in the creation of new topics with the value and dignity

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

of fiction, research and criticism. It will build roads and prove to be the cause of development of Urdu language and literature.

KEYWORDS: Tradition, Modernism, Materialism, Symbolism, Realism

تلخیص: ادب اور زندگی کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔ افسانہ معاشرے کے مجموعی رویوں کو بیان کرتا ہے۔ افسانے کے مطالعے سے جذبات ابھرتے ہیں اور حقیقت کا گمان ہوتا ہے۔ کہانی نے نیا روپ اختیار کیا تو ناول کی صورت سامنے آئی۔ پھر افسانے کی شکل پروان چڑھی۔ قیامِ پاکستان سے پہلے اور بعد میں بہت سے افسانہ نگاروں کے نام اور افسانوں کے مجموعے سامنے آتے ہیں۔ جدیدیت، علامت نگاری، حقیقت نگاری، تانیثیت، اور جنسیت کے موضوعات نے افسانہ کی روایت کو مستحکم کیا۔ معاشرے کے نفسیاتی مسائل کے ساتھ ساتھ معاشی الجھنوں کے ذکر نے افسانہ کی صنف کو جدید تقاضوں سے باخبر بنا کر عوام میں پذیرائی حاصل کی۔ اس مضمون کا مطالعہ افسانے کی قدر و منزلت کے ساتھ نئے موضوعات کی تخلیق میں معاون ثابت ہو گا۔ تحقیق و تنقید کی راہیں استوار کرے گا اور اردو زبان و ادب کے فروغ کا باعث ثابت ہو گا۔

کلیدی الفاظ: روایت، جدیدیت، علامت نگاری، حقیقت نگاری

ادب کا انسانی زندگی سے گہرا تعلق ہے۔ ادب صرف معاشرتی زندگی کا عکاس ہی نہیں بلکہ اس میں زندگی کی ناہمواریوں کا دکھ بلکہ شخصی اور اجتماعی زندگی کا عکس بھی ملتا ہے۔ "ادب" زندگی سے جنم لیتا ہے، ایک کے بغیر دوسرے کا تصور ناممکن ہے۔ معاشرے میں رونما ہونے والے تمام عناصر ادب پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ادب معاشرے کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور سماجی، تہذیبی اور فکری رجحانات و میلانات پر بھی اثر چھوڑتا ہے۔ یہ معاشرے کا آئینہ اور ترجمان ہے، جو تمام حقیقتوں کو من و عن پیش کرتا ہے۔ یعنی ادب ہی کے ذریعہ سے کسی بھی بستی، علاقے، خطے، یا ملک و قوم کے باشندوں کی ثقافت، رہن سہن، اطوار اور ان کی بود و باش کا علم ہوتا ہے۔ یہ ادب ہی ہے کہ جس کی بدولت کسی بھی قوم کے رہنے والوں کے مجموعی اندازِ فکر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ادب اور زندگی ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ سماج، اور معاشرہ کہیں کا بھی ہو، ادب کے ذریعے ہی وہاں کی فکر اور ثقافت

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

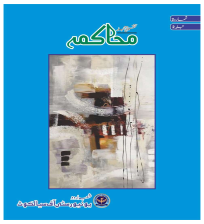

پروان چڑھائی جاسکتی ہے۔ مہذب معاشرے ادب کے فروغ میں سنجیدگی کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ ادب کے آئینے میں اپنا باطن پیش کیا جاسکتا ہے۔

"افسانہ" جدید ادب کی ایک صنف ہے، جس میں افسانوی انداز میں حقیقی واقعات کو بیان کیا جاتا ہے۔ یہ ناول کے مقابلے خاصا چھوٹا ہوتا ہے۔ افسانے میں ناول کی طرح کہانی کو پھیلایا نہیں جاتا بلکہ مختصر طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ افسانے سے متعلق کہا جاتا ہے کہ اصل افسانہ وہ ہے جو ایک ہی نشست میں پڑھا جاسکے انگریزی ادب میں افسانے کے لیے "short story" کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ اردو میں افسانے کی اصطلاح انگریزی سے آئی۔ بیسویں صدی میں اردو افسانے کا آغاز ہوا۔ افسانے سے قبل ناولوں اور لمبی لمبی داستانوں کا دور تھا۔ لوگوں کے پاس جنوں، پریوں اور جھوٹی من گھڑت کہانیوں کو سننے کے لیے وافر وقت موجود تھا۔ ترقی کے دور کے ساتھ ہی لوگوں کی مصروفیات بڑھتی گئیں۔ اور لمبی داستانیں پڑھنے اور سننے کے لیے وقت کی قلت ہونے لگی۔ افسانے کو وجود میں لانے کا مقصد ہی انسان کی بڑھتی ہوئی مصروفیت ہے۔ ایک مصروف انسان کم ترین وقت میں افسانے سے اپنے ذوق کی تسکین کر سکتا ہے۔ افسانہ کی مدد سے سماجی مسائل سامنے لائے جاتے ہیں۔

افسانہ ایک ایسی صنف ہے جس نے بہت کم عرصے میں اپنی الگ اور نمایاں شناخت قائم کی ہے۔ افسانہ اپنے عصری حالات کو بیان کرتا ہے۔ افسانہ معاشرے کے مجموعی رویوں کو پیش کرتا ہے۔ یہ کسی بھی معاشرے کی تاریخ کو اپنے اندر سمونے کا ہنر رکھتا ہے۔ قیامِ پاکستان کے دلخراش واقعات اور شہادت و ہجرت کے مناظر ہوں یا کہ غربت کی چکّی میں پستے ہوئے غریب مزدور ہوں، قدرتی آفات میں سیلاب و زلزلے ہوں یا ڈکٹیٹر شپ و مارشل لاء، کرپشن کرتے ہوئے سیاسی مگرمچھ ہوں یا مردوں کے معاشرے میں ہوس کا نشانہ بنتی ہوئی خواتین، غرض معاشرے کا کوئی بھی موضوع ہو، افسانے کی خاصیت یہ ہے کہ اسے سماج کے بے رحم رویوں کو اپنے اندر سمونا آتا ہے۔ اس طرح تاریخ میں جیتی جاگتی کہانیاں ہیں وہ افسانے کی صورت زندہ وجاوید نظر آتی ہیں۔

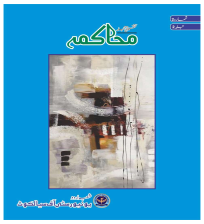

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

معاشی مسائل سے آزاد اور فرصت کی دولت سے مالامال لوگ ناولوں کے مطالعے میں دلچسپی رکھتے ہیں جبکہ عام افراد کم خرچ اور بالا نشیں ہونے کے فارمولے پر نظر رکھتے ہیں اور کم وقت میں کہانی مکمل کرنے کے لیے افسانوں کے مطالعہ میں دلچسپی کا اظہار کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ جس طرح ایک باغ میں رنگ برنگے پھول ملتے ہیں،اسی طرح ہمارے اردو ادب کے گلشن میں بھی افسانے کی بے شمار تعریفیں ملتی ہیں،جن میں زمانے کے ساتھ ساتھ وسعت پیدا ہوتی رہتی ہے۔نئے مشاہدوں، تجربوں اور جدید حالات کے زیر اثر مفاہیم کے نئے باب کھلتے رہتے ہیں۔ لہٰذا افسانے کے متعلق کسی بھی حتمی تعریف یا حرف آخر پر پہنچنا آسان نہیں۔ تاہم افسانہ "فارسی "زبان کا لفظ ہے۔ افسانے کے لغوی معنی سرگزشت، جھوٹی کہانی، قصہ، روداد یا کہانی حال وغیرہ کے ہیں۔ کہانی، داستان، قصہ، افسانہ اور حکایت بلحاظ معنی تو ایک جیسے ہی معلوم ہوتے ہیں، تاہم ان کے مفاہیم میں خاصا فرق ہے، جو انہیں ایک دوسرے سے الگ بناتا ہے۔

"علمی لغت" کے میں افسانے کے یہ معنی بیان ہوئے ہیں کہ داستان، قصہ، کہانی، سرگزشت، حال، روداد، مشہور، اصل بات، طویل بات چرچا، ذکر۔۔۔۔۔ جبکہ "نسیم الغات" کے مطابق "افسانہ، مذکر، قصہ، کہانی، مشہور، جھوٹی بات اور شارٹ سٹوری کہلاتا ہے۔ مولوی نورالحسن کی نورالغات کے مطابق افسانے کے درج ذیل معنی ہیں:

"افسانہ (ف بالفتح) ذکر، داستان، قصہ، کہانی سرگزشت"(1)

اردو افسانے کی صنف مغربی ادب سے آئی اور اس نے رفتہ رفتہ ہمارے ہاں ارتقائی مدارج طے کیں۔ افسانہ سب سے پہلے ترجمہ کی شکل میں جبکہ بعد ازاں تخلیقات کی صورت پروان چڑھا۔ مغرب سے آنے والی اس صنف کے پنپنے اور بارآور ہونے کے لیے یہاں زمین پہلے ہی سے ہموار تھی۔ ان میں سے کوئی بھی تعریف حتمی اور کلّی قرار نہیں دی جا سکتی۔ انسانی حیات مسلسل ارتقا پزیر ہے، اسی لیے حرکت و عمل بھی جاری ہے۔ گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے تقاضوں سے ہم آہنگی کے لیے افسانے میں فکری و فنی تبدیلیاں لازمی کرنا پڑیں۔ ایک بہترین افسانے میں درج ذیل خوبیوں کا ہونا بہت ضروری ہے۔

1. افسانے کی بنیادی خوبی اس کا مختصر ہونا ہے۔ یہ اختصار ہی ہے کہ جس کی وجہ سے افسانہ دیگر اصناف سے ممتاز ہے۔

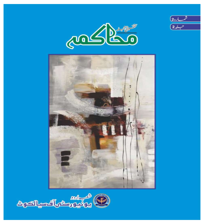

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

2. افسانے میں وحدت کا پایا جانا بھی بہت ضروری ہے۔
3. افسانے کو ایسا ہونا چاہیئے کہ اسے پڑھنے سے قاری کے جذبات ابھریں اور اسے حقیقت کا گمان ہو۔
4. افسانے میں کرداروں کی تعداد بھی تھوڑی ہونی چاہیے۔

افسانے میں طوالت پر قابو رکھا جاتا ہے، افسانے میں کرداروں کے نفسیاتی تجربات کے ساتھ ساتھ زندگی کے مختلف پہلوؤں کا بھی گہرائی سے مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اردو ادب کی دوسری اصناف کی طرح افسانے کے بھی کچھ اجزائے ترکیبی یاں کچھ ایسے عناصر ہیں جن کی بدولت اس کا وجود عمل میں آتا ہے۔ اجزائے افسانہ میں بعض عناصر بنیادی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ان میں پلاٹ، کردار، ماحول اور فضا خاص طور پر اہم ہیں۔ ان سب کو مختصر افسانے کی بنیادی خصوصیات کے طور پر بھی جانا جاتا ہے۔ کسی بھی افسانے کے سب اجزاء یعنی عنوان، پلاٹ، کردار، مکالمے، تاثرات کی وحدت اور مجموعی ماحول مل کر ایک سے دوسرے واقعے کے درمیان تعلق پیدا کرتے ہیں۔ واقعات کا آغاز، درمیان اور اختتام سب ایک جمالیاتی توازن کے ساتھ اس طرح جڑے ہوتے ہیں کہ افسانے میں ایک طرح سے مکمل وحدت دکھائی دیتی ہے۔ مختصر افسانے کو نام کی رعایت سے مختصر ہی ہونا چاہیے۔ کیوں کہ ناول کے مقابلے اس کا عملی دائرہ کار ذرا محدود ہوتا ہے۔ ڈاکٹر محمد احسن کے نزدیک:

> "مختصر افسانے کی تعریف یہ ہے کہ وہ چند ایک افراد یا واقعات اور حالات کا بیان ہو۔۔۔ اس کا سیٹ ایک ہی واقعہ یا ایک ہی نقطہ نظر یہ یا کسی ایک ہی نفسیاتی پہلو کا احاطہ کیے ہو۔ افسانے کے لوازم میں ہم کردار نگاری، منظر نگاری اور مکالمے کے علاوہ اتحاد و مکان اور وحدت تاثر کی شمولیت ضروری سمجھتے ہیں"(2)

اردو افسانے کا ارتقا:

اگرچہ یہ بات اپنی جگہ ٹھیک ہے کہ موجودہ مختصر افسانے کا ارتقاء شعور کے ایسے بہترین زمانے میں ہوا جب ہماری قومی زندگیوں میں ادب ایک طرح سے خاص تعمیری کام سرانجام دے رہا تھا۔ اردو افسانے کے ارتقا سے قبل اردو زبان سے

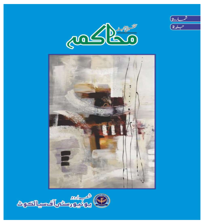

علمی و تحقیقی مجلہ "محاکمہ" یونیورسٹی آف سیالکوٹ

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

متعلق جاننا ضروری ہے۔ اردو زبان جس ملک یا قوم میں پیدا ہوئی اس سے پہلے وہاں کئی ارتقا یافتہ زبانیں بھی رواج پا چکی تھیں۔اس لیے جب قصہ گوئی کی طرف توجہ دی جانے لگی تو سب سے پہلے انہی قصوں کو اردو کے قالب میں سمویا گیا جو پہلی زبانوں میں موجود تھے۔ اردو کی ابتدا میں سنسکرت، پراکرت اور آپ بھرنش زبانوں کا اہم کردار رہا ہے۔ ویدی ادب بھی قصوں، کہانیوں کے حوالے سے بہت اہم رہا۔ سنسکرت اور دیگر زبانوں کے بعد عربی و فارسی قصص بھی زبان میں شامل ہوتے چلے گے۔ اول تو تراجم کی صورت میں، پھر اس کے بعد منظوم نثری دکنی و شمالی داستانوں سے گزرتے ہوئے یہ سلسلہ فورٹ ولیم کے قصوں کہانیاں تک جا پہنچا۔ اس سب کے بعد تمثیلی قصوں اور ناولوں نے اس تسلسل کو آگے بڑھایا۔ بیسویں صدی میں اخبارات اور رسائل میں قصہ گوئی کا وجحان بڑھا۔ یوں رفتہ رفتہ افسانے کے لیے فضا ساز گار ہوئی۔

قصے اور کہانی سے انسان کا تعلق بہت پرانا ہے۔ انسان کی فطرت میں ہی کہانی سے دلچسپی موجود ہے اسی لیے زندگی کی ابتدا سے ہی کہانیوں کا آغاز ہو گیا۔ کہانی کو رواج ہر دور میں اور ہر قوم میں رہا تھا۔ برصغیر میں بھی کہانی نویسی کی روایت نہایت پرانی ہے جو بعد میں لوک داستان کے فروغ کی وجہ سے اساطیری روپ اختیار کر لیتی ہے۔ داستان ایک طویل قصہ یا کہانی کو کہا جاتا ہے جو پہلے زمانے میں انسانی تفریح کے طور پر سنائی جاتی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ جوں جوں انسان ترقی کی منازل طے کرتا گیا، قصہ اور کہانی کا رواج ختم ہو گیا۔ نئے زمانے میں کہانی نے نیا روپ سدھار لیا اور ناول کے روپ میں سامنے آئی اور پھر بیسویں صدی میں افسانے کے روپ میں نظر آنے لگی۔

قیام پاکستان سے پہلے اردو افسانہ:

مختصر افسانے کا آغاز امریکہ میں ہوا مغرب میں جدید افسانے کا بانی "ایڈگر ایلن پو" کو مانا جاتا ہے۔ اردو کے اولین افسانہ نگار کا تعین کرنا ایک مشکل اور اختلافی کام ہے۔ مختلف ناقدین اور محققین اردو کے اولین افسانہ نگاروں کے طور پر پریم چند، سجاد حیدر یلدرم اور راشد الخیری کا نام لیتے ہیں۔ محمد اشرف اردو کا پہلا افسانہ نگار "پریم چند" کو قرار دیتے ہیں۔ جبکہ ڈاکٹر صغیر افراہیم اس نظریے کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں:

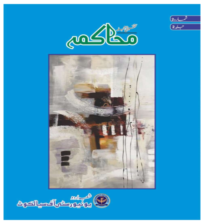

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

"سجاد حیدر یلدرم کے افسانے "مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ" اور "نشہ کی پہلی ترنگ
"ان کے طبع زاد افسانے نہیں بلکہ ترکی اور انگریزی افسانوں کے تراجم ہیں"(3)

جب پریم چند کی حقیقت نگاری کو فروغ ملا تو اس دور میں رومانوی تحریک کا بھی آغاز ہوا۔ رومانوی تحریک کے بانی سجاد حیدر یلدرم ہیں۔ یلدرم نے اردو افسانے میں رومانویت کو فروغ دیا۔ اس کے علاوہ مجنوں گورکھ پوری، مہدی افادی اور نیاز فتح پوری نے رومانوی طرز کے افسانے لکھے۔ پریم چند اور سجاد حیدر یلدرم نے اردو افسانے میں حقیقت نگاری اور رومانویت دو الگ الگ رجحانات کو فروغ دیا۔ ترقی پسند تحریک نے سماجی حقیقت نگاری کو فروغ دیا، اس سلسلے میں "انگارے" کی اشاعت نے اردو ادب کو ایک نیا موڑ بخشا۔ "انگارے" 1932 میں شائع ہوا۔ "انگارے" کے افسانہ نگاروں نے پریم چند کی اصلاح پسندی اور مقصدیت کو وسعت دی۔ انگارے کے مصنفین میں احمد علی، محمود الظفر، سجاد ظہیر اور رشید جہاں شامل ہیں۔ بقول ڈاکٹر طاہر طیب:

"ترقی پسند افسانہ نگاروں نے اسلوبیاتی، ہیئتی اور تکنیکی اعتبار سے اردو افسانے میں کامیاب تجربات کیے۔ ان افسانہ نگاروں پر جہاں مغربی ادب کے اثرات تھے وہیں مغربی نفسیات دانوں خصوصاً فرائیڈ کے اثرات بھی نمایاں تھے"(4)

"انگارے" میں مذہبی انتہا پسندی کے خلاف بغض، پرانی قدروں سے نفرت، جنسی گھٹن کو توڑ دینے کی خواہش، محبت کی زندگی میں آزادی کی تمنا، سماج کی عائد کردہ پابندیوں کا لبادہ اتار پھینکنے کا اعلان اور صحت مند معاشرے کی تعمیر جیسے موضوعات ملتے ہیں۔ "انگارے" کی اشاعت پر جہاں مذہبی اور سماجی لوگوں نے کئی اعتراضات کیے وہیں ایک بڑے طبقے نے اس کی حمایت بھی کی۔ "انگارے" نے نہ صرف مقصدیت اور سماجی حقیقت پسندی کو فروغ دیا بلکہ جدید تقاضوں کے مطابق ادب برائے زندگی کو بھی فروغ دیا۔ ترقی پسند تحریک سے وابستہ افسانہ نگاروں میں، عصمت چغتائی، حیات اللہ انصاری، خواجہ احمد عباس، عزیز احمد، بلونت سنگھ، احمد ندیم قاسمی، علی عباس حسینی، سہیل عظیم آبادی، اختر انصاری، اختر حسین رائے پوری اور راجندر سنگھ بیدی وغیرہ کے نام شامل ہیں۔ ڈاکٹر سبینہ اویس کے مطابق:

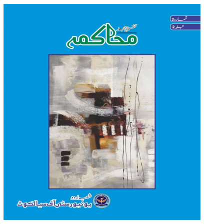

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

> "حلقے کے زیر اثر اردو افسانے میں تکنیکی تبدیلیاں بطور خاص اہم ہیں۔یہ تحریک مغرب کی جدید تحریکوں سے متاثر اور تجدید کی داعی تھی۔اس لیے معلیت، تاثرات اور جدید نفسیات کے حوالے سے مغرب میں ہونے والے نئے تجربات کو افسانہ نگاروں نے اپنی تخلیقات میں شامل کیا"(5)

ترقی پسند تحریک کے افسانہ نگاروں نے جہاں مارکسی، اشتراکی ادب اور "ادب برائے زندگی" کو فروغ دیا، وہیں اس دور میں افسانہ مغربی ادب سے بھی متاثر ہوا۔حلقہ اربابِ ذوق نے ترقی پسند تحریک کے مقابلے میں ادیبوں کو لکھنے کی زیادہ آزادی دی۔حلقہ کے افسانہ نگاروں میں ممتاز مفتی، محمد حسن عسکری، انتظار حسین، آغا بابر، الطاف فاطمہ اور شیر محمد اختر وغیرہ شامل ہیں۔اس حلقے نے اردو افسانے میں بہت سی تبدیلیاں کیں اور اس تحریک نے نفسیاتی اور علامتی رجحان کو فروغ دیا۔

اردو افسانہ (قیامِ پاکستان کے بعد)

قیامِ پاکستان نے اردو ادب کے ادیبوں کے اذہان اور فکر پر کئی طرح کے اثرات مرتب کئے ہیں۔برصغیر میں جہاں معاشرتی، معاشی اور سیاسی طور پر انقلاب آیا، وہیں ادب پر بھی اس کے گہرے نقوش مرتب ہوئے۔یوں دیگر اصناف کی طرح اردو افسانہ پر بھی اس کا اثر دیکھا جا سکتا ہے۔افسانے میں نئے رجحانات اور نئے موضوعات شامل ہو گئے، اس طرح افسانہ ایک نئے روپ میں سامنے آیا۔قیامِ پاکستان کے بعد اردو افسانے کے موضوعات ہجرت اور فسادات پر مبنی رہے۔ہندوستان کی تقسیم نے ہر طرف انسانی استحصال، عِصبیت دری، لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ایک طویل عرصے تک لوگوں پر اضطرابی کیفیت طاری رہی، برصغیر کی عوام ایک ناقابلِ بیان بحران اور کرب کی کیفیت میں مبتلا رہی۔ قیامِ پاکستان کے بعد کے افسانوں میں آزادی کے نتیجے میں ہونے والی قربانیوں، ہجرت کے واقعات، شہادتوں، جانی و مالی نقصان وغیرہ کا ذکر ملتا ہے۔عائشہ سلطانہ لکھتی ہیں:

> "آزادی سے قبل اردو افسانوں کا موضوع اگرچہ وسیع تھا لیکن آزادی کے بعد افسانہ نگاروں نے نئے موضوعات کو اپنے افسانوں میں جگہ دی جن میں ہجرت، فسادات و

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

مسائل، مہاجرین کی پناہ گیری و آباد کاری کا انتظام اور ان کی دردناک زندگی کی تصویر کشی وغیرہ اہم ہیں"(6)

ہجرت و فسادات کے موضوع پر لکھنے والے افسانہ نگاروں میں زیادہ تر وہ مصنفین شامل ہیں جو ترقی پسند تحریک سے متاثر یا ترقی پسند تحریک سے وابستہ تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد نئ نسل کے افسانہ نگاروں نے بھی اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ ڈاکٹر ظفر سعید کے مطابق فسادات پر لکھے گئے افسانوں میں نئ اور پرانی نسل کے افسانہ نگاروں کی فنی مہارت کا فرق بالکل واضح ہے، مگر نقطہ نظر میں سب کے یہاں یکسانیت ہے۔ ان لوگوں نے فسادات کے موضوع کو پیش کرتے وقت ترقی پسند نظریے کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا۔

فسادات کے موضوع پر سب سے پہلے کرشن چندر کا افسانوی مجموعہ "ہم وحشی ہیں" منظرِ عام پر آیا۔ اس مجموعے کے دو افسانوں "لال باغ" اور " جیکسن" میں رجعت پسند اور سازشی طاقتوں کے بارے میں بیان کیا گیا جو فسادات کے ذمہ دار تھے۔ افسانہ "پشاور ایکسپریس" اور "اندھے" میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان ہونے والے حیوانیت سوز واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ افسانہ "طوائف" میں دو کم سن بچیوں کے لٹنے اور تباہ ہونے کی داستان کو بیان کیا گیا ہے۔ افسانہ "امرتسر" میں آزادی سے پہلے اور بعد میں ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات کے ماحول کا ذکر ملتا ہے۔ منٹو نے افسانے تحریر کیے اور انسان کا وحشی روپ دکھایا۔ ان کے فسادات کے موضوع پر لکھے گئے بہترین افسانوں میں "کھول دو"، "ٹوبہ ٹیک سنگھ"، "ٹھنڈا گوشت" اور "موذیل" وغیرہ شامل ہیں۔ افسانہ "موذیل" میں ان فرقہ وارانہ فسادات کا ذکر ہے جو بمبئ میں برپا ہوئے۔ ڈاکٹر فوزیہ اسلم کے مطابق:

"فسادات کے زمانے میں دو افسانہ نگاروں نے سب سے زیادہ لکھا۔ ان میں ایک کرشن چندر اور دوسرے سعادت حسن منٹو، لیکن جو مرتبہ اور شہرت منٹو کو حاصل ہوئی وہ کرشن چندر کے حصے میں نہیں آئی"(7)

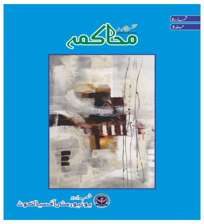

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

عصمت چغتائی کا افسانہ " جڑیں " آزادی سے پہلے اور بعد کا منظر نامہ ہے۔ حیات اللہ انصاری کے افسانوں "شکر گزار آنکھیں " اور " ماں بیٹا " میں تقسیم کے وقت ہونے والے خونی فسادات کا ذکر ہے۔اس سلسلے میں بلونت سنگھ کے افسانے "نیلا پتھر "اور " لمحے "بہترین افسانے ہیں۔ہندو مسلم فسادات کے زمرے میں لکھے جانے والے علی عباس حسینی کے افسانے "ایک ماں کے دو بچے"، "بوڑھا اور ماں "،"دیش و دھرم" اہم ہیں۔ ان کے افسانوں میں جہاں ظلم و زیادتی اور انسانی بربریت کا ذکر ملتا ہے وہیں انسان دوستی کے نادر نمونے بھی دیکھنے کو مل سکتے ہیں۔عائشہ سلطانہ لکھتی ہیں:

> "ترقی پسند تحریک کے بعد افسانہ نگاروں نے تقسیم ہند کے موضوع پر نہ صرف دل کھول کر لکھا بلکہ اس موضوع کو تاریخ کا ایک حصہ بنادیا۔یہی وہ مسائل ہیں جنہیں اردو افسانوں کا موضوع بنایا گیا"(8)

پچاس کی دہائی کے بعد جو افسانہ نگار منظرِ عام پر آئے وہ رومانویت کی طرف مائل ہوئے۔انہوں نے تلخ سماجی حقیقتوں کو رومانویت میں پیش کرنا شروع کیا۔اس رومانویت کے دور کو "نورومانویت" کے نام سے پکارا جانے لگا۔نورومانویت کے اہم افسانہ نگاروں میں ایک نام "انتظار حسین "کا ہے۔ان کے لکھے ہوئے افسانے نورومانویت کی بہترین مثال کہے جاسکتے ہیں۔انتظار حسین نے فرد کے عروج و زوال اور ماضی میں کھو جانے والے افراد کی تلاش کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ان کی رومانویت ناسٹلجیا(ماضی پرستی) کی کتھا معلوم ہوتی ہے۔اے حمید کی کہانیوں میں محبت کی معصومیت اپنا جلوہ دکھاتی ہے۔ ان کے افسانے رومانوی فضا بندی اور ماحول سازی کا بہترین مرقع کہے جاسکتے ہیں۔ ممتاز مفتی، ممتاز شیریں، اشفاق احمد، جمیلہ ہاشمی اور اے حمید کی کہانیوں میں رومان کے ساتھ نفسیاتی اور جنسی فضا بھی نظر آتی ہے۔اس کے علاوہ اس عہد میں لکھنے والے نورومانوی افسانہ نگاروں میں رحمان مذنب، شفیق الرحمن اور آغا بابر شامل ہیں۔ان افسانہ نگاروں نے اس دور میں بے یقینی اور مایوسی کی فضا میں رومان اور مثالیت پسندی کے رویے کے ذریعے سچ، امید اور محبت کے دیے جلائے۔

اسی دور میں اسلامی ادب اور پاکستانی ادب کا آغاز ہوا۔ یہ دونوں الگ الگ تحریکیں ہیں۔ لیکن ان کے نظریاتی اور فکری رویوں میں مطابقت کی وجہ سے ان کا ذکر ساتھ ساتھ کیا جاتا ہے۔پاکستانی ادب کی تحریک سے وابستہ افسانہ نگاروں نے

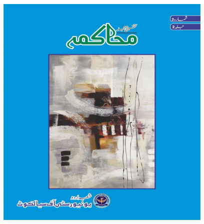

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اپنی کہانیوں میں ثقافتی، تہذیبی اور مذہبی علائم و تلمیحات اور استعاروں کا استعمال کیا جس سے اسلامی فضا اور پاکستانی مزاج افسانہ میں فروغ پانے لگا۔ یہ تحریکیں وقتی طور پر اردو افسانے پر اثر انداز ہوئیں مگر بعد کے افسانہ نگاروں نے اس کا اثر قبول نہیں کیا۔ ان تحریکوں کے بعد جدیدیت کا آغاز ہوا۔ یوں کبھی جدت اور انفرادیت اور کبھی روایت کو جدیدیت کا نام دیا گیا ہے۔ جدیدیت کے رجحان کے تحت اردو افسانے میں اسلوبیاتی اور فنی سطح پر کئی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اس تحریک کے زیر اثر علامتی اور استعاراتی اسالیب افسانے میں استعمال ہونے لگے۔ گویا علامتوں کا ایک سیلاب امڈ آیا۔

اردو ادب میں علامت نگاری نے بھی فروغ پایا۔ علامت نگاری ایک کثیر الجہت جدید اصطلاح ہے۔ ادب میں علامت سے مراد ایک ایسی پیشکش ہے جو ذہن کو کسی خیال یا چیز کی جانب راغب کرے اور معنویت کی ایک ایسی سطح سامنے لاتی ہو جس کو عام الفاظ میں ہم اپنی گرفت میں نہ لے سکتے ہوں۔ جدید افسانے سے قبل بھی علامتی اسلوب کا سلسلہ نظر آتا ہے۔ جدیدت کے بعد علامتی اسلوب کا رجحان غالب ہوا۔ نئے نئے استعارے، علامتیں، تمثیل، شعری زبان، علامتی کردار، پیچیدہ و غیر مرکب پلاٹ اور کلیدی جملوں کی تکرار نمایاں نظر آتی ہے۔ جدید افسانہ نگاروں میں جوگندر پال، انتظار حسین، مسعود اشعر، انور سجاد، خالدہ حسین اور رشید امجد قابل ذکر ہیں۔ جنھوں نے علامتی اور تجریدی افسانے تحریر کیے۔

انتظار حسین نے اپنے افسانوں میں علامتی و تمثیلی پیرائے، شعور کی رو، اور آزاد تلازمہ جیسی تکنیکوں کا استعمال کیا ہے۔ انہوں نے ہجرت، فسادات، اور ماضی کی بازیافت اور مسلمانوں کے باطنی زوال کو علامتی پیرائے میں بیان کیا۔ انتظار حسین کا افسانوی مجموعہ "آخری آدمی" علامتی افسانے کی بہترین مثال ہے۔ انور سجاد کے افسانوی مجموعے "استعارے" اور " چوراہا" میں استعاراتی تجریدی عنصر پایا جاتا ہے۔ انہوں نے ذات کی گھٹن اور داخلی تنہائی کو اپنے افسانوں میں بیان کیا ہے۔ ان کے افسانوں میں زیادہ تر دیومالائی اور اساطیری علامتوں کا استعمال نظر آتا ہے۔ رشید امجد بھی علامتی اور تجریدی افسانہ تخلیق کرنے والوں میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے اردو افسانے میں موضوعاتی، تکنیکی اور لسانی سطح پر نت نئے تجربات کیے ان کے افسانوں میں شعری اسلوب کا استعمال بھی نظر آتا ہے۔ افسانہ "پت جھڑ میں خود کلامی"، "سہ پہر کی خزاں" اور "ریت پر گرفت" میں انہوں نے نئی علامتوں کا استعمال کیا ہے۔ خواتین افسانہ نگاروں میں سیدہ حنا پروین

،شکیلہ رفیق، خالدہ حسین، شہناز رفیق، زاہدہ حنا کے نام شامل ہیں۔ان خواتین افسانہ نگاروں نے ہئیت، تکنیک اور موضوع کے اعتبار سے افسانوں میں کئی تجربات کیے اور اپنی الگ پہچان بنائی۔1965ء کی جنگ نے بھی اردو ادب پر گہرے ثرات مرتب کیے۔اس دور میں لکھے جانے والے افسانوں میں محبت اور خود شناسی جیسے موضوعات ملتے ہیں۔70 کی دہائی میں علامتی اور تجریدی افسانے لکھے جانے لگے۔اس دور میں افسانہ نگاروں نے گزشتہ سات دہائیوں کے تجربات سے استفادہ کر کے افسانے کو ایک نیا موڑ دیا۔ڈاکٹر اسلم جمشید پوری کے مطابق:

> "جدیدیت نے جس علامت نگاری کو بڑھاوا دیا تھا وہ جب شدت اختیار کر گئی تو مبہم علامتیں اور گنجلک نثر کا زور بڑھتا گیا۔ تمثیلی اور تجریدی کہانیوں کے نام پر جو عجیب و غریب نثر لکھی گئی اور اسے افسانہ تسلیم کرنے پر زور دیا گیا۔انشائیوں پر افسانے کو چسپاں کر دیا گیا"(9)

سانحے

سقوطِ ڈھاکہ پاکستان کی تاریخ کا ایک بہت بڑا سانحہ ہے۔جس کے نتیجے میں ملک دو حصوں میں بٹ گیا۔اس کا اثر اردو افسانے پر بھی ہوا۔اس دور کے بیشتر افسانہ نگاروں کے ہاں اجتماعی کرب کی کیفیت نظر آتی ہے۔آغا سہیل، مسعود اشعر، غلام محمد اور زین الدین نے اپنے افسانوں میں بنگال کے زوال پذیر معاشرے کا ذکر خوبصورتی سے کیا۔ڈاکٹر انوار احمد کے مطابق شہزاد نے جرات کے ساتھ اپنے ہی ہم نسلوں کے بارے میں جو کچھ لکھا وہ اس سرزمین کے بارے میں سچ کے دوسرے رخ کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔اسّی کی دہائی میں جدید افسانے نے مابعد جدیدیت کی طرف سفر کیا اور مابعد جدید افسانے کا آغاز ہوا۔مابعد جدید افسانہ نگاروں کا ایک اہم کارنامہ یہ کہ انہوں نے افسانے کو ذات کے حصار سے نکال کر اس کا رشتہ سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل و حقائق سے وابستہ کیا۔اس دور میں افسانے کے اجزائے ترکیبی اور فنی لوازمات پر نئے طریقے سے غور کیا گیا۔80 کی دہائی میں مارشل لاء کے حوالے سے اردو افسانے کو ایک نیا مزاحمتی رنگ دیا۔جس کے تحت اردو افسانے میں نئی نئی علامتیں استعمال ہونے لگیں۔اس دور کو علامتی افسانے کا ایک نیا دور بھی کہا جا سکتا ہے۔ڈاکٹر طاہر طیب کے مطابق:

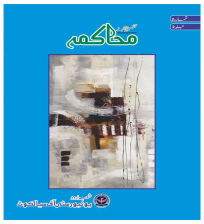

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

> "اس دور میں اظہار کی پابندی نے معاشرے میں نفسیاتی سطح پر ایسی صورتحال پیدا کی جس سے گھٹن زدہ ماحول، بیزاری اور جھنجھلاہٹ کا احساس ہوتا ہے۔ افسانہ نگاروں نے علامتوں اور استعاروں کے ذریعے اس سیاسی جبر کو افسانے میں سمونے کی کوشش کی اور بدترین اور خوف واستحصال کے ماحول کو بیان کیا"(10)

اکیسویں صدی میں نت نئے موضوعات پر افسانے تحریر ہوئے جس میں معاشرتی، معاشی اور سیاسی موضوعات کے علاوہ جدید ٹیکنالوجی سے پیدا شدہ مسائل زلزلے، ایٹمی دھماکے اور سیلاب سے پیدا شدہ مسائل، دہشت گردی خود کش بم دھماکہ اور نائن الیون جیسے موضوعات کو افسانوں میں جگہ دی۔۔ اس دور کا افسانہ بین الاقوامی صورتحال کا ایک بہت خوبصورت نمونہ پیش کرتا ہے۔ جدید دور میں اردو افسانے نے بہت ترقی کی۔ دورِ جدید کا افسانہ نگار ایک وسیع ذہنی افق رکھتا ہے۔ اس نے فرد کی نجی مجبوریوں اور ذاتی سوچ کو اس طرح افسانے میں پیش کیا کہ ہمارا پورا سماجی اور سیاسی نظام افسانے کی گرفت میں نظر آتا ہے۔ جدید دور کے افسانے کی بنیاد محض مشاہدے پر نہیں بلکہ تجربات پر استوار ہے۔ دورِ جدید کے افسانہ نگاروں کے سامنے ماضی کے نمونے موجود تھے لہٰذا انہوں نے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے افسانے میں فکری، فنی اور اسلوبیاتی لحاظ سے کامیاب تجربات کیے ہیں۔ آج کے افسانوں میں معاشرتی زندگی، سیاسی حالات، بین الاقوامی تناؤ، انسانی افکار و اقدار اور نظریات کی واضح تصویر کشی نظر آتی ہے۔

جدید دور کے افسانہ نگاروں میں ناصر عباس نیر اہمیت کے حامل ہیں۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں نو آبادیاتی صورتحال میں جکڑے ہوئے معاشرے کی روح کے کرب کو بیان کیا ہے۔ ان کے افسانوں میں مذہبی انتہا پسندی، ان پڑھ لوگ، ریاستی مجبوری، مولوی کی اجارہ داری اور فرقہ واریت کو موضوع بنایا۔ سلمیٰ اعوان کے افسانوی مجموعے "پیچ بچولن"، "کہانیاں اپنی اپنی" اور "کہانیاں دنیا کی" خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کے افسانوں میں معاشرتی اور سماجی مسائل کا ذکر ملتا ہے۔ انہوں نے افسانوں میں کرداروں اور جزئیات نگاری کی طرف خاص توجہ دی ہے۔ حمیرا اشفاق کے افسانوں میں "گھگو گھوڑے"، "مسٹر چرچل" اور "تھوک" قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں معاشرے کے پسے ہوئے طبقے کے مسائل وڈیرے اور جاگیردار طبقے، عورتوں کی تعلیم، اور عورتوں کے حقوق کی پامالی کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا

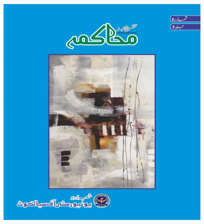

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ہے۔ مستنصر حسین تارڑ کا افسانوی مجموعہ "سیاہ آنکھ میں تصویر" شائع ہو چکا ہے۔ شہناز نقوی نے زندگی کی تلخیوں کو بڑی خوبصورتی سے اپنے افسانوں میں بیان کیا ہے۔ انہوں نے نفسیاتی الجھنوں کے ساتھ ساتھ معاشی ناہمواریوں اور سماجی رویوں کو بھی موضوع بنایا ہے۔ اس کے علاوہ عورت کے دکھ، کرب اور اس کے مسائل کو اپنے افسانوں میں پیش کیا۔ شہناز نقوی کی کہانیوں میں ایک ربط اور تسلسل پایا جاتا ہے۔ نجم الدین احمد کے افسانوں میں "آؤ بھائی کھیلیں" "بقدر جثہ" "تیسری شادی" "داشتہ" "کتے کی موت" اور "زلزلہ" قابل ذکر ہیں۔

اردو افسانے کے موضوعات:

عہدِ حاضر کے افسانے میں ترقی پسندی، جدیدیت ور مابعد جدیدیت کے موضوعات و اسلوب اور تلنیک کے واضح اثرات ملتے ہیں۔ نئے افسانے کے موضوع کا کینوس یوں تو بہت وسیع ہے لیکن موجودہ دور میں جن موضوعات پر بطور خاص افسانے تحریر کئے جا رہے ہیں ان میں سیاسی کشمکش، طبقاتی فرق، سماجی آویزش، معاشرتی مسائل، جہیز کا مسلہ، ازدواجی زندگی کی پیچیدگیاں، اخلاقی اقدار کی شکست و ریخت، انسانی رشتوں کا ٹوٹنا، بھوک اور افلاس، نفسیاتی، پیچیدگیاں، عالمی سیاست، صارفیت وغیرہ لیکن ان تمام افسانوں میں بیشتر افسانے فرقہ واریت، کساد بازاری اور عدم تحفظ کے احساس سے متعلق ہیں۔ یہ تمام موضوعات انسانی زندگی کے اردگرد بکھرے ہوئے ہیں اور ہر انسان کسی نہ کسی صورت میں شعوری یا لاشعوری طور پر ان مسائل سے وابستہ ہے۔

تانیثیت:

تانیثیت کا تعلق براہِ راست عورت اور اس کے حقوق سے ہے۔ تانیثی تحریک کا بنیادی مقصد عورتوں کو مردوں کے برابر سیاسی، سماجی، معاشرتی، معاشی اور قانونی برابری دینا۔ تانیثی تحریک عورتوں کے لیے انصاف کی طالب ہے، معاشرے میں رائج مختلف امتیازات کے خاتمے کا اعلان کرتی ہے۔ اردو افسانے میں نمائندہ خواتین افسانہ نگاروں کے ہاں تانیثی رجحان دیکھنے کو ملتا ہے۔ جہاں عورتیں سماجی، معاشی، سیاسی، معاشرتی اور علاقائی مسائل پر قلم اٹھا رہی ہیں اس کے

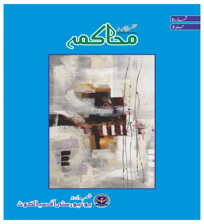

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ساتھ ساتھ عورتوں کے ساتھ پیش آنے والے مسائل کو بھی قلم بند کر رہی ہیں۔اس ضمن میں غور کریں تو ذکیہ مشہدی ایک معتبر نام ہے۔انہوں نے عورتوں کی زندگی کو بڑی فنکاری سے پیش کیا۔ان کو افسانہ "تھکے پاؤں'اور" حصار" تانیثی پہلو سے ان کے بہترین افسانے ہین۔نسائی زندگی کو بیان کرنے والی ایک اور اہم افسانہ نگار ترنم ریاض بھی ہیں۔ترنم ریاض کی عورت مشرقی تہذیب کی نمائندگی بھی کرتی ہے اور بغاوت کا جذبہ بھی رکھتی ہے۔ان کا افسانہ "ہم توڈوبے صنم" اسی قسم کا افسانہ ہے۔اس کے علاوہ نگار عظیم،شائستہ فخری،غزالہ ضیغم اور دیگر افسانہ نگاروں نے عورتوں کے حوالے سے اپنے خیال کو جس طرح تخلیق کی شکل میں ابھارا ہے اس میں ہندوستانی عورت کے تمام حالات اجاگر ہوتے ہیں۔

جنسیت:

انگارے کے مصنفین نے پہلی بار سماجی مسائل کو مغربی زاویۂ نگاہ سے دیکھا۔انہوں نے ادب اور سماج کے بندھے ٹکے اصول واقدار سے انحراف کرتے ہوئے جنسی بھوک،ذہنی پریشانیوں نفسیاتی الجھنوں کو شعور کے پردے میں اجاگر کیا۔ ایک عورت سے تین تین مرد ایک ساتھ جنسی تلذذ حاصل کرتے ہیں،جن کی نظر میں عورت کی حیثیت صرف جنسی تسکین کا ذریعہ ہے اردو میں جنسی مسائل پر لکھنے والوں میں سب سے اہم نام سعادت حسن منٹو کا ہے منٹو نے اپنے افسانوں میں جنسیات کے متعلق لکھا ہے اور بہت عمدہ لکھا ہے۔انہوں نے لکھا ہے کہ انسان کتنا خود غرض اور وحشی ہوتا ہے کہ اپنی جنسی ہوسناکی کے لئے دنیا کی ہر شے بھول جاتا ہے،اسے سماج کا کوئی ڈر اور خوف نہیں ہوتا ہے۔

حقیقت نگاری:

اردو افسانے کے موضوعات میں خاصی وسعت ہے۔آج ہمارے افسانہ نگاروں کی کہانیاں تقریباً زندگی کے تمام ہی پہلوؤں کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔پھر وہ چاہے انسانی حیات کی حقیقتیں ہوں،ہماری ثقافت و اقدار کا زوال ہو،معاشی نا انصافیاں ہوں،روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی ہو،خوف و دہشتگردی کے ماحول کی تصویر کشی ہو،معاشرتی بے حسی ہو یا کہ انسانی سیاسی و سماجی زندگی کے تضادات ہوں۔ہمارے افسانہ نگاروں کے افسانوں میں ان سب موضوعات کی بھرپور عکاسی ملتی

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ہے۔ مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اردو افسانہ ابتداء سے اب تک اپنے فن، تکنیک، ہیئت ،زبان کی سطح اور اسلوب کی بنیاد پر بہت سے تجربات سے گزر کر اپنے دامن میں خاصی وُسعت، گہری تہہ داری، تنوع، فکر کی گہرائی، نفسیاتی اور فلسفیانہ جہات پیدا کر چکا ہے۔ اب اردو افسانے میں موضوع، پلاٹ اور کرداروں کے ساتھ ساتھ تخیل و احساس کو بھی بھرپور جگہ مل چکی ہے۔ یہ اردو افسانہ ہی ہے کہ جس نے افسانوی ادب کو فنی و جمالیاتی اقدار سے روشناس کروا کر اسے تحقیقی سطح تک پہنچایا۔ افسانے کی ابتداء سے اب تک کے منظر نامے پر اگر طائرانہ نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دور افسانے کا تجرباتی دور ہے۔ یہ دور کہانیوں کے حوالے سے گزشتہ ادوار کی نسبت کہیں زیادہ زرخیز ہے اور ہمارے اُردو افسانے میں یہ دور ہمیشہ تابناک و درخشاں رہے گا۔ اردو افسانہ اپنے آغاز و ارتقا سے لے کر اب تک مسلسل ترقی کی منازل طے کر رہا ہے افسانہ نگاروں نے اسلوبیاتی، ہئیتی اور تکنیکی اعتبار سے اردو افسانے میں کامیاب تجربات کیے۔

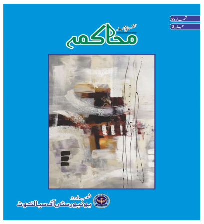

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

حوالہ جات

1. مولوی نیر الحسن نیر، نور الغات (جلد دوم) لاہور، سنگ میل پبلشرز، 1959ء، ص:325
2. محمد احسن ڈاکٹر، کرشن چندر اور مختصر افسانہ نگاری، نئی دہلی، موڈرن پبلشرز ہاؤس، 1989ء، ص:3
3. صغیر افراہیم، پروفیسر، اردو افسانہ ترقی پسند تحریک سے قبل، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، طبع دوم، 2009ء، ص:11
4. طاہر طیب، ڈاکٹر، لاہور میں اردو افسانے کی روایت، فیصل آباد، مثال پبلشرز، 2015ء، ص:104
5. سبینہ اویس، ڈاکٹر، افسانہ شناسی، فیصل آباد، مثال پبلشرز، 2015ء، ص:40
6. عائشہ سلطانہ، ڈاکٹر، مختصر اردو افسانے کا سماجیاتی مطالعہ (1947ء سے تا حال)، دہلی، ایجوکیشنل پبلشرز ہاؤس، ص:74
7. فوزیہ اسلم، ڈاکٹر، اردو افسانے میں اسلوب اور تکنیک کے تجربات، اسلام آباد، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، 2005ء، ص:365
8. عائشہ سلطانہ، ڈاکٹر، مختصر اردو افسانے کا سماجیاتی مطالعہ، ص:69
9. اسلم جمشید پوری، ڈاکٹر، اردو افسانہ تعبیر و تنقید، نئی دہلی، ماڈرن پبلشرز ہاؤس، 2006ء، ص:59
10. طاہر طیب، ڈاکٹر، لاہور میں اردو افسانے کی روایت، ص:360